Journal of Religion & Society **(JR&S)**
Available Online:
https://islamicreligious.com/index.php/Journal/index
Print ISSN: 3006-1296Online ISSN: 3006-130X
Platform & Workflow by: Open Journal Systems

Impacts of the Distance Education System on Educational Institution

تعلیمی اداروں کے فاصلاتی نظام کے اثرات

Muhammad Adil Rafique
Ph.D Scholar, Department of Islamic Studies, The Imperial College of Business Studies Lahore
ilmulquraan1@gmail.com
Dr. Muhammad Imtiaz Hussain
Assistant Professor, Imperial College of Business Studies, Lahore

ABSTRACT

The distance education system has emerged as a significant and flexible educational model in modern academic institutions. This study aims to examine the educational, social, economic, and instructional impacts of distance learning on educational institutions. The findings indicate that distance education has expanded access to learning by reducing geographical, financial, and social barriers, particularly benefiting learners who are unable to participate in traditional face-to-face education due to personal or professional constraints.Furthermore, the distance education system has introduced innovation in teaching methodologies through the use of digital technologies, online learning platforms, and self-directed learning approaches, thereby enhancing learner autonomy and lifelong learning skills. However, the study also identifies several challenges associated with distance education, including limited teacher-student interaction, difficulties in practical and skill-based learning, and unequal access to technological resources.The research concludes that when supported by a well-designed curriculum, effective instructional strategies, trained faculty, and adequate technological infrastructure, distance education can significantly contribute to educational quality, inclusivity, and institutional development. Therefore, distance learning should be considered a sustainable and complementary component of contemporary educational systems rather than a temporary alternative. The distance education system has introduced innovation in teaching methodologies, where digital technology, online platforms, and opportunities for self-directed learning have enhanced students' academic autonomy. However, certain drawbacks of this system have also emerged, including the lack of direct interaction between teachers and students, challenges in practical training, and unequal access to technological resources.

***Keyword**: Distance Education, Educational Institutions, Online Learning, Teaching Strategies, Digital Technology, Educational Accessibility*

تمہید

فاصلاتی نظامِ تعلیم عصرِ حاضر میں تعلیمی اداروں کے لیے ایک مؤثر، لچکدار اور جامع تعلیمی ماڈل کے طور پر ابھر کر سامنے آیا ہے۔ اس تحقیق کا مقصد تعلیمی اداروں میں فاصلاتی نظامِ تعلیم کے تعلیمی، سماجی، معاشی اور تدریسی اثرات کا تجزیہ کرنا ہے۔ مطالعے سے واضح ہوتا ہے کہ فاصلاتی تعلیم نے جغرافیائی رکاوٹوں کو کم کرتے ہوئے تعلیم تک رسائی کو ممکن بنایا، بالخصوص اُن افراد کے لیے جو مالی، معاشرتی یا جسمانی مجبوریوں کے باعث روایتی تعلیمی نظام سے مستفید نہیں ہو سکتے۔ فاصلاتی نظام نے تدریسی طریقہ کار میں جدت پیدا کی، جہاں ڈیجیٹل ٹیکنالوجی، آن لائن پلیٹ فارمز اور خود سیکھنے کے مواقع نے طلبہ کی تعلیمی خود مختاری میں اضافہ کیا۔ تاہم اس نظام کے کچھ منفی پہلو بھی سامنے آئے، جن میں اساتذہ اور طلبہ کے درمیان براہِ راست تعامل کی کمی، عملی تربیت کے مسائل، اور تکنیکی سہولیات تک غیر مساوی رسائی شامل ہیں۔ تحقیق کے نتائج اس امر کی نشاندہی کرتے ہیں کہ اگر فاصلاتی نظامِ تعلیم کو معیاری نصاب، مؤثر تدریسی حکمتِ عملی اور مناسب تکنیکی ڈھانچے کے ساتھ نافذ کیا جائے تو یہ تعلیمی اداروں کے لیے پائیدار ترقی، تعلیمی وسعت اور معیارِ تعلیم میں بہتری کا باعث بن سکتا ہے۔

تعلیمی اداروں کے فاصلاتی نظام کا تعارف

دنیا میں بسنے والا کوئی فرد ہو یا کوئی بھی قوم اور معاشرہ تعلیم کے بغیر ترقی نہیں کر سکتا خواہ یہ علوم دینی ہوں یا عصری علوم ہوں لازمی جز ہیں زندگی کا۔ علومِ عصری کے حصول کے لئے دو طرح کا نظام ہے رسمی اور غیر رسمی جسے فاصلاتی تعلیم بھی کہا جاتا ہے اس تعلیم کے حصول کے لئے دو طرح کے ادارے ہیں عصری تعلیمی ادارے اور دینی مدارس۔ عصری تعلیمی اداروں میں تو عصری علوم کی تعلیم دی جاتی ہے جبکہ دینی مدارس میں بھی عصری تعلیم کا آج کے دور میں خاص اہتمام کیا گیا ہے کیونکہ دینی مدارس مسلم معاشرہ کی بنیادی ضرورت ہے۔ اور اکیسویں صدی میں دینی مدارس میں عصری تعلیم کی تدریس نہایت اہم ہے جس کی قدم قدم پہ ہمیں ضرورت محسوس ہوتی ہے آج عصری تعلیم انسانی زندگی کی سب سے اہم ضرورت ہے۔ عصری علوم کے حصول کے لئے رسمی تعلیمی نظام کے علاوہ غیر رسمی یعنی فاصلاتی نظام بھی قدیم زمانے سے موجود ہے اس فاصلاتی نظام سے نئی نسل کو آراستہ کرنا خاص کر مدارس کے طلبہ کو وقت کا تقاضا ہے۔ مسلمانوں کو چاہے وہ جس طبقہ سے تعلق رکھتے ہو اس کے لیئے دینی تعلیم کے ساتھ فاصلاتی عصری علوم طب، سائنس، ٹیکنالوجی، کے علاوہ دیگر علوم مثلاً تاریخ ، جغرافیہ و نفسیات، فلسفہ، ادب اور کمپیوٹر وغیرہ کی تعلیم ضروری ہے۔ عصری تعلیم کا فاصلاتی نظام واضح کرنے سے قبل لازمی امر ہے کہ یہاں موضوع کی مناسبت سے اول میں عصری علوم کی وضاحت کرتا چلوں تاکہ عام قاری کو فاصلاتی تعلیمی نظام کے ساتھ ساتھ دینی و عصری تعلیم میں فرق واضح ہو۔

فاصلاتی عصری علوم کی ضرورت

فاصلاتی نظامِ تعلیم میں عصری علوم کی ضرورت اس وقت محسوس ہوتی ہے جب ایسے عناصر ملک میں سر اٹھالیتے ہیں جو اپنی سرداری، جاگیرداری کو استعمال کرتے ہوئے اپنے مفادات کی وجہ سے اپنے اثر ورُسوخ والے علاقوں میں بچوں کی تعلیم میں رکاوٹ بنے ہوئے ہیں۔ یہ بچوں کی تعلیم کی حوصلہ شکنی کرتے ہیں، کیونکہ وہ کم اجرت پر ان بچوں سے کام کرواناچاہتے ہیں۔ ڈاکٹر خالد محمود صدیقی لکھتے ہیں:

> "دیہاتی علاقوں میں شرح خواندگی کم ہے جہاں فاصلاتی نظامِ کی ضرورت ہے ۔ جسکی وجہ سے اکثر بچے عصری تعلیم حاصل کرنے سے محروم رہ جاتے ہیں اوران کا مستقبل تاریک ہو جاتا ہے۔ اسی وجہ سے ہمارانوجوان طبقہ تعلیم کی دوڑ میں پیچھے رہ جاتا ہے۔ دوسری جانب سیاستدان تعلیم کے فروغ اور اس کے پھیلاؤ کے خلاف ہیں۔ اسکے علاوہ سرکاری حکام بھی تعلیم کی طرف توجہ نہیں دیتے۔ اسکی بنیادی وجہ یہ ہے کے تعلیم کی وجہ سے عوام میں شعور پیدا ہو گا اور اس طرح عوام کو سیاستدانوں اور اعلیٰ سرکاری حکام کا اصل چہرہ نظر آجائے گا۔"[1]

فاصلاتی نظامِ تعلیم میں آج ہمارے مدارس یہ جان لیں کہ مغرب کی ترقی کاراز صرف فاصلاتی نظامِ تعلیم میں تعلیم کو اہمیت دینااور تعلیم حاصل کرنے کے لئے ہر ممکن کوشش کرنا ہے۔ اسی فاصلاتی نظامِ تعلیم میں تعلیم کے بل پر انہوں نے پوری دنیا کو فتح کیا ہے۔ مغرب کی کامیابی اور مشرق کے زوال کی وجہ بھی تعلیم کا نہ ہونا ہے۔ دنیا کے وہ ملک جن کی معیشت تباہ ہوچکی ہے ان کا دفاعی بجٹ تو اربوں روپے کا ہے، مگر تعلیم کا بجٹ نہ ہونے کے برابر ہے، یہی ان کی تباہی کا باعث ہے۔ اگر کوئی بھی ملک چاہتا ہے کہ وہ ترقی کرے تو ان کو چاہیے کہ وہ ایسے تعلیمی اداروں کو مضبوط کریں اور عصری علوم کی ترویج کے لئے ملک میں مدارسِ دینیہ میں عصری علوم کی ترقی کے لئے کوششیں تیز کریں کیونکہ آج تک جن قوموں نے ترقی کی ہے وہ صرف علم کی بدولت کی ہے اور اس میں انہوں نے مذہبی اور غیر مذہبی کی تفریق نہیں کی۔

فاصلاتی نظامِ تعلیم میں ہمارے مدارس کو چاہیے کہ عصری تعلیم پر توجہ دیں اور اس کا صحیح استعمال کریں اور اگر ایسا ممکن ہوا تو وہ دن دور نہیں کہ ہم دنیا کے ان ملکوں میں شمار ہونا شروع ہو جائیں گے جو جدید علوم سے آگاہی رکھتے ہیں۔

ہماری ساری ضرورتوں کو مد نظر رکھتے ہوئے آج فاصلاتی نظامِ تعلیم میں عصری تعلیم سے لیس ہونا انتہائی ضروری ہے ورنہ ہم زندگی کی دوڑ میں سب سے پیچھے رہ جائیں گے ماضی میں جب ہم سر سید احمد خان کی زندگی پر نظر دوڑاتے ہیں اور شبلی نعمانی کی زندگی اور نظریات پر نظر ڈالتے ہیں۔ تو اس بات کا پتہ لگانے میں ہمیں ذراہچکچاہٹ محسوس نہیں ہوتی کہ انہوں نے آج کے دور کو ہی دیکھ کر سالوں

---

[1] صدیقی محمود خالد، ڈاکٹر، دینی مدارس کا نظامِ تعلیم، اقبال اکیڈمی پاکستان، س ن، 1989ء، ص298.

پہلے سوئی ہوئی مسلم قوم کو ترقی کی دوڑ میں شامل کرنے کے لیئے دینی تعلیم کے ساتھ عصری تعلیم کی ضرورت واہمیت پر زور دیا تھا۔ ڈاکٹر کبیر علی ہمدانی لکھتے ہیں:

> " مسلمان کبھی فاصلاتی نظامِ تعلیم میں جدید تعلیم سے دور نہیں رہے بلکہ جدید زمانے کے جتنے بھی علوم ہیں زیادہ تر کے بانی مسلمان ہی ہیں۔ اسلامی تاریخ گواہ ہے کہ مسلمانوں نے تعلیم وتربیت میں معراج پاکر دین ودنیا میں سربلندی اور ترقی حاصل کی لیکن جب بھی مسلمان علم اور تعلیم سے دور ہوئے وہ غلام بنالیئے گئے یا پھر جب بھی انہوں نے تعلیم کے مواقعوں سے خود کو محروم کیا وہ بحیثیت قوم اپنی شناخت کھو بیٹھے "[2]

ایک وہ زمانہ تھا جب اسلام پر فاصلاتی نظامِ تعلیم میں منطق وفلسفہ کے اعتبار سے اعتراضات کیئے گئے تو اس دور کے علمائے حق نے اس کا منہ توڑ جواب اس علم کو سیکھ کر دیا اسی طرح سے یہ زمانہ جدید علوم سائنس و ٹیکنالوجی کا زمانہ ہے اور اس زمانے میں مذہب اسلام پر اعتراضات سائنس اور ٹیکنالوجی کے اعتبار سے کر رہے ہیں خاص طور پر انٹرنیٹ، سوشل میڈیا کے ذریعہ سے کر رہے ہیں۔ اور اس وقت عصر حاضر کو مد نظر رکھتے ہوئے ہمارے لیئے عصری علوم کا سیکھنا ضروری ہے اور العلماء ورثۃ الانبیاء عَلَیْہِ السَّلَام کے تحت یہ ذمہ داری سب سے زیادہ علماء پر وارد ہوتی ہے کہ مدارس دینیہ میں ان علوم کو فروغ دیا جائے۔ عصر حاضر کے مطالبات کو ذہن میں رکھتے ہوئے ہمیں کس طرح کے فاصلاتی نظامِ تعلیم میں تعلیم حاصل کرنی چاہیئے۔ اس کی وضاحت ذیل میں کروں گا۔

فاصلاتی عصری علوم کا نظام اور قرآن وحدیث

فاصلاتی نظامِ تعلیم میں بنیادی دینی تعلیم کا حصول ہر شخص پر واجب ہے لیکن علوم دینیہ میں اختصاص وکمال اور اس فن میں مہارت تامہ حاصل کرنا یہ ہر ایک پر ضروری نہیں اگر ہر شخص دینی علوم میں مہارت حاصل کرے گا تو جدید علوم کے ماہرین کہاں سے آئیں گے اس لئے فاصلاتی نظامِ تعلیم میں تعلیم کا حاصل کرنا از حد ضروری ہے۔ جن کے بغیر دنیا میں طاقت وقوت کا کوئی تصور نہیں کیا جا سکتا اور نہ ہی کوئی زندہ اور ترقی یافتہ قوم ان علوم سے صرف نظر ہی کر سکتی ہے انسان کے کندھوں پر خلافت کی ذمہ داری ڈالی گئی ہے اس ذمہ داری کو عمدہ طریقے سے نبھانے کے لیئے دنیا کے انتظام وانصرام، ایجادات اور فن کا جاننا ضروری ہے کہ اس کے بغیر وہ خلافت کے بوجھ کو بہتر طریقہ سے انجام نہیں دے سکتا۔

فاصلاتی عصری علوم اور قرآن

دنیا کا کوئی بھی نظام کو تعلیم کا خواہ ہو رسمی ہو یا غیر رسمی قرآن نے اس کی حوصلہ افزائی کی ہے فاصلاتی نظامِ تعلیم سیکھنے کا ذریعہ ہے اور سیکھنے کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

---

[2] ہمدانی، کبیر علی، ڈاکٹر، مسلمانوں کی علمی خدمات، دار المصنفین، حیدر آباد، س 1972ء، ص 389.

﴿وَ عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَاءَ كُلَّهَا ﴾[3]
"اور اس نے آدم کو سب (چیزوں) کے نام سکھائے"

جن اسماء کا علم اللہ نے حضرت آدم علیہ السلام کو سکھایا تھا مفسرین نے لکھا ہے کہ ان اسماء سے مراد مسمیات یعنی اشیاء کے خواص ہیں اور اس کا نام سائنس ہے۔ دوسری جگہ اللہ نے عصری علوم کے بارے میں وضاحت فرمائی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:
﴿وَ أَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ وَمِنْ رِبَاطِ الْخَيْلِ﴾[4]
"اور تیار کرو ان کی لڑائی کے واسطے جو کچھ جمع کر سکو قوت سے اور پلے ہوئے گھوڑوں سے"

اس جدید تعلیم کا حصول فاصلاتی نظامِ تعلیم میں میں رکھا ہے جو کہ آسان ہے۔ قرآن پاک میں اکثر مقامات پے کائنات پر تدبر کرنے اور آفاق و انفس کا مشاہدہ کرنے کی بار بار تلقین کی گئی ہے کہیں "افلا تفکرون" کہیں "افلا تعقلون" کہیں "افلا تدبرون" کے الفاظ استعمال کئے گئے یہی سائنس کا مفہوم ہے۔ یہ سمجھ لینا کہ جدید علوم صرف دنیاوی چیزیں ہیں اسلام سے ان کا کوئی تعلق نہیں یہ سراسر غلط ہے۔ جب تک یہ چیزیں حاصل نہیں ہوں گی دین کا تصور محدود رہے گا۔ ایک اچھے اور صاحب ایمان عالم ہونے کے ساتھ ساتھ عصری علوم وفنون میں مہارت پیدا کرنا بھی ضروری ہے۔

فاصلاتی عصری علوم اور حدیث

جس فاصلاتی نظامِ تعلیم میں تعلیم کو عصری کہتے ہیں وہ حکمت سکھاتی ہے جسے نبی کریم ﷺ نے "الحکمۃ ضالۃ المؤمن" حکمت مومن کا گمشدہ مال ہے" کہا ہے قرآن و حدیث کا علم ہر عہد اور عصر سے ہم آہنگی رکھنے والا علم ہے انسان کے وضع کیے ہوئے اصول و قواعد تو چند سال میں ساتھ چھوڑ دیتے ہیں لیکن قرآن و حدیث کبھی ختم نہ ہونے والے ہیں عصری علوم کا طرز نہ مذہب سے متصادم ہو نہ مذہب کی رہنمائی سے بے نیاز۔ اسلام فاصلاتی نظامِ تعلیم میں عصری علوم کو استعمال کرنے کا طریقہ بتاتا ہے ساتھ ہی مقاصد کی رہنمائی بھی کرتا ہے جس سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ اسلام جدید عصری علوم کے لیئے معاون ہے۔ رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:
«طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ»[5]
"علم حاصل کرنا ہر مسلمان پہ فرض ہے"

مذکورہ حدیث میں صرف "العلم" کا لفظ آیا ہے جس سے فاصلاتی نظامِ تعلیم میں دینی اور دنیاوی یعنی عصری علوم دونوں مراد ہیں ۔ اسی طرح طب نبوی خود نبی کریم ﷺ سے منقول ہے اور دور حاضر میں طب نبوی اپنا ایک الگ مقام رکھتی ہے۔ ایسے ہی آپ ﷺ کے

---

[3] البقرۃ2:31.

[4] الانفال8:60.

[5] ابن ماجۃ، ابو عبد اللہ محمد بن یزید القزوینی، سنن ابن ماجہ، دار احیاء الکتب، العربیۃ، الرقم الحدیث224، ج1، ص378

زمانہ میں منجنیق کا استعمال غزوہ طائف میں ہوا جو کہ اس دور میں عصری علوم کی اہمیت پر دلالت کرتا ہے۔ فاصلاتی نظامِ تعلیم میں اس نظام کو قبول کرنے کے بارے ہدایت بارے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«اطْلُبُوا الْعِلْمَ وَلَوْ بِالصِّينِ»[6]

"علم حاصل کرو خواہ چین جانا پڑے"

فاصلاتی نظامِ تعلیم میں قرآن مجید اور حدیث مبارکہ میں اکثر مقامات پر مذہب اور جدید سائنس کا اکٹھا ذکر ہے مگر یہ ہمارے دور کا المیہ ہے کہ مذہب اور جدید علوم کو الگ تصور کرتے ہیں اور مذہب اور سائنس کی سیادت و سربراہی ایک دوسرے سے نا آشنا افراد کے ہاتھوں میں ہے چنانچہ دونوں گروہ اپنے مدمقابل دوسرے سے علم کی دوری کی وجہ سے اپنا مخالف اور متضاد تصور کرنے لگے ہیں جس سے عامة الناس کم علمی اور کم فہمی کی وجہ سے دینی اور عصری علوم میں تضاد اور مخالف سمجھنے لگتے ہیں جبکہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔

شومئ قسمت کہ جن عصری علوم وفنون کی تشکیل اور ان کے فروغ کا حکم قرآن وحدیث میں جابجا موجود ہے اور جن کی امامت کا فریضہ ایک ہزار برس تک خود بغداد و دمشق واسکندریہ اور اندلس کے مسلمان سائنسدان سرانجام دیتے چلے آرہے ہیں آج قرآن وسنت کے نام ہوا طبق ارضی پر بکھرے ارب بھر مسلمانوں میں سے ایک بڑی تعداد اسے اسلام سے جدا سمجھ کر اپنی تجدد پسندی کا ثبوت دیتے نہیں شرماتی۔

عصری علوم کا وہ پودا جسے ہمارے ہی اجداد نے قرآنی علوم وحدیث کی روشنی میں پروان چڑھایا تھا آج اغیار اس کے پھل سے محفوظ ہورہے ہیں۔ آج ایک طبقہ اگر اسلام سے اس حد تک روگرداں ہے تو دوسرا نام نہاد مذہبی طبقہ عصری علوم کو اجنبی نظریات کی پیداوار قرار دے کر ان کے حصول کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ بنا ہوا ہے مذہبی اور عصری علوم میں مغایرت کا یہ تصور قوم کو دو واضح حصوں میں تقسیم کرچکا ہے۔ ان کو اسلامی اور عصری علوم میں عدم مغایرت پر قائل کرنے کی ضرورت پیش آرہی ہے۔

فاصلاتی عصری علوم اور صحابہ کرام

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے عصری علوم کی تعلیم و تدریس کو دیکھیں تو وہ دور زیادہ تر فاصلاتی نظامِ تعلیم سے تعلق رکھتا ہے کیونکہ وہ لوگ اپنی روزمرہ زندگی کے ساتھ ساتھ دینی تعلیم اور عصری تعلیم فاصلاتی نظام کے تحت سیکھتے رہے۔ اسی طرح صحابہ کرام بھی جہاں قرآن وسنت کی تعلیم حاصل کرتے تھے وہیں فاصلاتی نظامِ تعلیم میں عصری علوم سے بھی بہرہ مند ہوتے تھے صحابہ کرام کے دور میں عصری علوم وفنون نے خوب ترقی کی۔ فاصلاتی نظامِ تعلیم میں بحری بیڑے کی ایجاد اس دور کا عظیم الشان کارنامہ ہے مسلمانوں نے ہر دور میں جدید تقاضوں کے مطابق اسلحہ ایجاد کیا اس کے علاوہ جامعہ نظامیہ بغداد اور جامعہ الازہر وغیرہ بڑے تعلیمی اداروں میں عصری علوم وفنون

---

[6] البزار، ابو بکر احمد بن عمرو، مسند البزار،، دار احیاء الکتب، العربیة، الرقم الحدیث 95، ج 1، ص 164

کے باقاعدہ ڈیپارٹمنٹ قائم تھے اب ضرورت اس بات کی ہے کہ علماء کرام عصری علوم سے رسائی حاصل کریں تب مسلمان تہذیب پروان چڑھاسکتے ہیں۔

فاصلاتی نظامِ تعلیم میں حضور ﷺ نے بدر کے قیدیوں کو مسلمان بچوں کو پڑھانے کا حکم دیا، اس پر علماء امت اس تعلیم سے مراد فاصلاتی عصری تعلیم لیتے ہیں کیونکہ غیر مسلم، مسلمان کو اسلام کی تعلیم کیونکر اور کیسے دے سکتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ وسلم جیسی پروقار، متوازن اور تاریخی سیاست دنیا میں نہ کوئی لیڈر اور قائد کرسکا اور نہ کرسکے گا۔ 17 رمضان المبارک کا معرکہ بدر نے مسلمانوں کی جو عالی شان تاریخ رقم کردی ہے، فتح مکہ اس کا لازوال اجر و نتیجہ ہے۔ معرکہ بدر جہاں مسلمانوں کے لئے ترقی اور فخر کا باعث بنا وہاں عصری تعلیم کا روشن باب بھی کھلا۔ ڈاکٹر خالد محمود لکھتے ہیں:

> "نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عصری تعلیم کی اہمیت کا آغاز اسیران بدر کے اس فرمان سے کیا۔ صحابہ کرام سے قیدیوں کے بارے میں مشورہ طلب کیا گیا تو حضرت عمر فاروق τ نے انہیں قتل کرکے دشمن کی قوت توڑنے کی تجویز پیش کی، حضرت ابوبکر τ نے فدیہ لے کر چھوڑ دینے کا مشورہ دیا۔ آنحضرت نے حضرت ابوبکر τ سے اتفاق کرتے ہوئے اسیران جنگ کو فدیہ لے کر چھوڑ دیا جو قیدی غربت کی وجہ سے فدیہ ادا نہیں کرسکتے تھے اور پڑھے لکھے تھے انہیں دس مسلمانوں کو پڑھنا لکھنا سکھانے کے عوض رہا کر دیا گیا۔ یوم بدر دنیاوی تعلیم کی اہمیت کا دن بھی ہے۔"[7]

مزید لکھتے ہیں:

> "دین کا منبع و مرکز خود نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم تھے، آپ پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرک قیدیوں سے عصری تعلیم دینے کی بات کی۔ اس ارشاد پاک سے نہ صرف عصری تعلیم کی اہمیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے بلکہ عصری تعلیم کے حصول کے لئے غیر مسلموں کو صحابہ کرام اور ان کے بچوں کا اساتذہ بنایا گیا"[8]

محمد اسحاق بلخی لکھتے ہیں:

> "علم تو علم ہے چاہے دین کا ہو یا دنیا کا دونوں بنی نوع انسان کے فائدے کے لئے ہیں اور جہاں بھی آیا ہے لفظ علم نافع آیا ہے یعنی نفع بخش علم. ذرا یاد کریں کہ جنگ بدر کے قیدیوں کو دس دس بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھانے کی شرط رکھی گئ تھی وہ تو عصری علم تھا۔"[9]

---

[7] صدیقی محمود خالد، ڈاکٹر، دینی مدارس کا نظامِ تعلیم، س ن، ص 267۔

[8] ایضاً۔

[9] بلخی، محمد اسحاق، برصغیر میں مدارس کا کردار، ادارہ ثقافت اسلامیہ، س 1994ء، ص 78۔

یہاں عصری تعلیم کی دلیل کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کے سلوک کا یہ اثر ہوا کہ بدر کے قیدی اس حسن سلوک سے اس حد تک متاثر ہوئے کہ ان میں سے بہت سے مشرف بہ اسلام ہوئے۔ غزوہ بدر اسلام اور کفر کا پہلا اور اہم ترین تصادم ہے اس سے دنیا پر واضح ہو گیا کہ نصرت الٰہی کی بدولت مومنین اپنے سے کئی گنا فوج کو شکست دے سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں سو مومنوں کو ہزار کافروں پر فتح کی بشارت دی۔ غزوہ بدر میں شامل مسلمانوں نے جس قوت ایمانی کا مظاہرہ کیا اس کا اندازہ اس بات سے ہو سکتا ہے کہ باپ بیٹے کے خلاف اور بیٹا باپ کے خلاف۔ بھانجا ماموں کے خلاف اور چچا بھتیجے کے خلاف میدان میں آیا۔ حضرت عمر ؓ نے اپنے ماموں کو اپنے ہاتھ سے قتل کیا۔ حضرت ابو بکر ؓ کے صاحبزادے عبد الرحمن نے جو قریش کی طرف سے جنگ میں شریک ہوئے تھے، اسلام لانے کے بعد ایک دفعہ حضرت ابو بکر ؓ کو بتایا کہ جنگ میں ایک مرتبہ آپ میری زد میں آگئے تھے لیکن میں نے آپ پر وار کرنا پسند نہ کیا۔ حضرت ابو بکر ؓ نے فرمایا خدا کی قسم اگر تم میری زد میں آجاتے تو کبھی لحاظ نہ کرتا۔ حضرت حذیفہ کا باپ عتبہ بن ربیعہ لشکر قریش کا سپہ سالار تھا اور سب سے پہلے قتل ہونے والوں میں شامل تھا۔ اس جنگ کا تعلیم کے حوالے سے ایک اہم پہلو یہ بھی ہے کہ اس میں مسلمانوں کے بچوں کو پڑھانے کا کہا گیا یہ عصری تعلیم کی اسلام میں واضح اہمیت ہے جس کی آج بھی ضرورت محسوس کی جاتی ہے۔

فاصلاتی عصری علوم کی ضرورت واہمیت

مذکورہ بالا وضاحت سے فاصلاتی عصری علوم کی اہمیت واضح ہے۔ وہ علامہ شبلی نعمانی (1857-1914) کی ذات ہے آپ قدیم اور جدید دونوں طرح کے تعلیمی اداروں سے وابستہ رہے اور ان کی پالیسی سازی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا علامہ شبلی کو اس بات کا شدید احساس تھا کہ جدید مغربی تعلیم اور عصری علوم مسلمانوں کے لیے کتنے ضروری ہیں اور اس کے لئے فاصلاتی نظام بھی ضروری ہے اور اگر وہ اس میدان میں پیچھے رہ گئے تو ترقی کی دوڑ میں بھی پیچھے رہ جائیں گے۔ آپ ؒ فرماتے ہیں :

> "مسلمان اس وقت کش مکش زندگی کے میدان میں ہیں ان کی ہم سایہ قومیں مغربی تعلیم ہی کی بدولت ان سے اس میدان میں آگے جارہی ہے اگر خدانخواستہ مسلمان جدید تعلیم میں ذرا بھی پیچھے رہ جائیں تو ملکی اور قومی زندگی دفعتاً برباد ہو جائے گی"[10]

علامہ شبلی چاہتے تھے کہ مسلمان جدید اور قدیم دونوں طرح کی تعلیم حاصل کریں اور مذہبی تعلیم کے ساتھ عصری تعلیم لازم کر دی جائے تاکہ طالب علم کا اپنے مذہب سے تعلق بھی باقی رہے اور جدید مضامین طلباء کو پڑھائیں جائیں تاکہ وہ معاش کا نظم کر سکیں اور دور کے تقاضوں کے مطابق اسلام کی صحیح معنوں میں خدمت کر سکیں۔ علامہ شبلی مزید فرماتے ہیں کہ :

---

[10] شبلی، نعمانی، مولانا، مقالاتِ، جنرل بائنڈنگ کارپوریشن پریش لاہور، س ن ج 3، ص 161۔

"ہم نے بارہا کہا ہے اور اب پھر کہتے ہیں کہ ہم مسلمانوں کے لیے نہ صرف انگریزی مدرسوں کی تعلیم کافی ہے نہ ہی قدیم مذہبی مدرسوں کی ہمارے درد کا علاج ایک "معجون مرکب" ہے جس کا ایک جز مشرقی اور دوسرا مغربی ہے۔"[11]

اسی طرح آپ نے انگریزی زبان سیکھنے پر بہت زور دیا ہے تاکہ وہ انگریزی جاننے والے لوگوں میں ساتھ بیٹھ کر ان سے انگریزی باتیں کریں اور اسلام کی تعلیمات ان کے سامنے پیش کریں۔ ایک جگہ فرماتے ہیں کہ:

"الم یا فاضل کے درجہ کے بعد ضروری ہے کہ چند طلباء کو دو برس تک خالص انگریزی زبان سکھائی جائے تاکہ ان کے اندر تحریر و تقریر کا ملکہ پیدا ہو اور ایسے علماء پیدا ہوں کہ یورپ کی علمی تحقیقات کو اسلامی علوم میں اضافہ کر سکیں"[12]

اسلام میں تعلیم کی اہمیت تعلیم، سیکھنے، سکھانے اور علم کو منتقل کرنے کا عمل ہے، قرآن میں متعدد مقامات پر مختلف پیرایوں میں تعلیم کا تذکرہ آیا ہے، کہیں "اقرأ" کے لفظ سے اس عظیم منصب کو بیان کیا گیا اور کہیں "عَلَّمَ، یعلم، یعلمون" جیسے لفظوں سے دہرایا گیا۔ احادیث مبارکہ میں بھی اس کا تذکرہ بے شمار مقامات پر موجود ہے، ذخیرۂ احادیث میں "کتاب العلم" کے عنوان سے حدیث کی ہر کتاب میں علم کی فضیلت، تحصیلِ علم کے فضائل اور ترغیبات کا بیان موجود ہے۔

فاصلاتی عصری تعلیم کے مقاصد

فاصلاتی عصری نظام تعلیم کے مقاصد جاننا ہوں گے تاکہ عصری تعلیم کا فاصلاتی نظام اور اس پر اٹھنے والے اعتراضات اور ان کی حقیقت کو تحقیقی بنیادوں پر جانا جا سکے۔

تربیت پانا

فاصلاتی نظام تعلیم کا مقصد سیکھنا ہے عصری تعلیم کے مقاصد کو دیکھا جائے تو، تعلیم سکھانا منصبِ الٰہی ہے، جو آغازِ انسانیت سے ہی شروع ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کو علم عطا کر کے فرشتوں پر افضلیت اور فوقیت واضح کرنے کے ساتھ ساتھ انسانیت اور علم کو لازم و ملزوم قرار دیا۔ جب تک آسمانی وحی کا سلسلہ قائم رہا، تعلیم کا سلسلہ اللہ تعالیٰ اور انبیاء کرام o کے درمیان، پھر انبیاء o کے واسطے سے عام سماج میں بھی قائم رہا۔ پیغمبرِ اسلام عَلَیْہِ السَّلَام پر پہلی وحی ہی "اقرأ" (پڑھیے) کا حکم لے کر اتری۔ چھ سو سال کے طویل وقفے کے بعد بھٹکتی انسانیت کے لیے خدا کے نئے پیغام کا آغاز کلمہ "اقرأ" کے ساتھ ہوا، یہ پہلی وحی واضح اشارہ تھی کہ کائنات میں ہر سو ہر نوع پھیلی ہوئی ظلمتوں سے نجات کا ذریعہ نورِ علم سے ہی ہو سکتا ہے۔ تعلیم کے مقاصد بیان کرتے ہوئے ڈاکٹر خالد محمود صدیقی لکھتے ہیں:

---

[11] شبلی، نعمانی، مولانا، مقالاتِ، س ن، ج 3، ص 163۔

[12] ایضاً

> "تعلیم کے دو مقصد ہوتے ہیں: اہلیت پیدا کرنا، کردار سازی کرنا۔ کسی بھی فن یا پیشہ کی مہارت کسی سے بھی حاصل کی جا سکتی ہے، چاہے کوئی کافر ہو یا مسلمان، اس شرط کے ساتھ کہ یہ تعلیم اس کے 'کردار' پر اثر انداز نہیں ہو گی "[13]

شعور و آگاہی کا حصول

فاصلاتی نظام تعلیم عصری ہو یا دینی، مذہبی ہو یا غیر مذہبی وہ ایک نور ہے اور علم کا نور ایک ایسا نور ہے کہ اسی نورِ علم کے ذریعہ انسانیت کی تکمیل اور تشکیل ممکن ہو گی اور شعور و آگاہی کا حصول ممکن ہو گا، چنانچہ نبی آخر الزماں حضرت محمد مصطفی ﷺ کی بنیادی و ترجیحی ذمہ داریوں میں ترویج علم اور تعلیم تھی۔ تعلیم کا مقصد جب تعلیم کے موضوع پر بات ہو یا اس کی ضرورت و اہمیت جاننا ہو تو تعلیم و تعلم کا بنیادی مقصد بھی سامنے رہنا چاہیے۔ اس لیے کہ ہر شئے اپنے مقصد اور غرض کی بنا پر عظیم اور برتر سمجھی جاتی ہے۔ عصری تعلیم و تعلم کا مقصد بھی اپنی غرض و غایت کی بنا پر اہمیت و عظمت کا حامل ہے۔ محمد جعفر شاہ لکھتے ہیں:

> "فاصلاتی تعلیم کے بنیادی مقاصد چار ہیں:
>
> ۱- خدا شناسی، ۲- نفس دانی، ۳- ناخواندگی کو خواندگی میں تبدیل کرنا، ۴- معاشرتی ضرورتوں سے آگاہی اور اس کے لیے منصوبہ بندی کرنا۔"[14]

اقبال کے نزدیک فاصلاتی عصری تعلیم کا مقصد:

> "اقبال کے نزدیک دینی تعلیم بھی اتنی ہی ضروری ہے جس قدر دنیاوی تعلیم اور پھر دونوں کے درمیان گہرا ربط اور تعلق بھی لازمی ہے محض دینی یا صرف دنیاوی تعلیم اپنی جگہ کافی نہیں اور نہ انہیں علیحدہ رکھ کر بہتر نتائج کی توقع کی جا سکتی ہے۔ اُن کے نزدیک تعلیم کا بنیادی مقصد تو یہی ہے کہ وہ انسان کی قلب ماہیت اور روحانی اصلاح کر کے اس کے اندر حفظِ خودی کی خوبیاں پیدا کر دے۔ اسے توحید، علم، عشق، بلند ہمتی، سخت کوشی، پاک دامنی، فقر، رواداری اور درویشی قناعت جیسی صفات سے آراستہ کر کے ایک مثالی انسان بنا دے"[15]

علم کا حقیقی مصداق، حکم اور قدیم و جدید کی تفریق علم کا حقیقی مصداق وحی الٰہی کا علم ہے۔ مذکورہ بالا مقاصد کو سامنے رکھا جائے تو حلال و حرام، طہارت و نجاست اور فرائض کا علم فرض عین ہے، جب کہ دین کی تفصیلات کا بقدرِ استطاعت علم حاصل کرنا فرض کفایہ ہے۔ دیگر علوم اپنی ضرورت کے اعتبار سے واجب یا مستحب ہیں، بلکہ بعض علوم حرام بھی ہیں، جیسے: علم سحر، علم رمل، علم نجوم، وغیرہ۔ علوم میں

---

[13] صدیقی محمود خالد، ڈاکٹر، دینی مدارس کا نظامِ تعلیم، س ن، ص 57۔

[14] شاہ، محمد جعفر، دینی مدارس کی علمی خدمات، مکتبہ حمیدیہ صدر بازار، راولپنڈی، س ن، ص 91۔

[15] ناصر حسین، ڈاکٹر، اقبالیات، مجلس ترقی ادب، لاہور، س 1976ء، ص 89۔

قدیم وجدید کی تفریق کرنادرست نہیں، بلکہ یہ سب ایک دوسرے کی ضرورت ہیں۔ البتہ اس بات کا احساس اور اعتراف بھی کیا جانا چاہیے کہ انسانی زندگی مختلف شعبوں میں تقسیم ہے، رجالِ کار کے درمیان تقسیمِ کار کے قدرتی فارمولے کے پیشِ نظر زندگی کے تمام شعبوں کے لوگ ایک دوسرے کے کام میں لگے ہوئے ہیں۔

علماء امت کی عصری علوم میں تربیت:

فاصلاتی نظامِ تعلیم کے ذریعے ہی علماء امت کو دینی مدارس کے طباء کو عصری تعلیم کے ذریعے تربیت ممکن ہے کیونکہ عصری تعلیم دورِ حاضر کی سب سے بڑی ضرورت ہے اور اس ضرورت کو پورا کرنے والے معاشرے کا ایک گروہ علماء کرام بھی ہیں جن کا خود بھی عصری تعلیم کے زیور سے آراستہ ہونا ضروری ہے۔ مولانا نعیم الحق قاسمی لکھتے ہیں:

> " معاشرے کے لیے علمائے دین کی ضرورت ، ان کا کردار اور ان کی حیثیت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ معاشرے میں علماء کا مقام انبیاءO جیسا ہے۔ علمائے کرام کے بغیر اسلامی معاشرہ اپنے رب اور اپنے آپ کو نہیں پہچان سکتا۔ علمائے کرام کی اسی اہمیت کے پیشِ نظر ان کی آواز کو اسلامی معاشرہ کی سب سے موئثر آواز سمجھا جاتا ہے۔ اس لئے ان کا عصری تعلیم سے وابستہ ہونا ضروری ہے تاکہ عصری ضرورتِ زندگی میں مؤثر اقدامات کئے جاسکیں"[16]

فاصلاتی نظام کے تحت عصری تعلیم علماءِ کرام کے لئے اس لئے ضروری ہے کہ مسلمان سب سے زیادہ اپنے علمائے کرام کی بات مانتے ہیں، کیوں کہ امت میں ان کی حیثیت وہی ہے جو اپنے زمانہ میں انبیائے O کی تھی، البتہ انبیاءِO صاحبِ وحی و شارع تھے، جب کہ علمائے کرام شارحِ وحی ہیں۔ آج علما کی ذمہ داریاں فروغِ علم اور ترویجِ تعلیم انسانی معاشرے کی بنیادی ضرورت ہے، اس ضرورت کی بجاآوری حاکمِ وقت سے رعایا کے ادنیٰ فرد تک ہر ایک کی ذمہ داری ہے، ہر ایک کا اپنی اپنی حیثیت اور دائرۂ عمل میں اس کے لیے محنت و کوشش کرنا' معاشرتی ضرورت اور اخلاقی ذمہ داری ہے۔

معلم کی تربیت:

فاصلاتی نظامِ تعلیم کے تحت معلم کی تربیت کرنا آسان ذریعہ ہے اور قوم بہترین معلم علمائے امت ہیں۔ علماءِ امت کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ معاشرے کو عصری تعلیم کی ضرورت و اہمیت سے معاشرے کو آگاہ کریں۔ تعلیم کو با مقصد بنانے میں کردار ادا کرنا علماءِ کرام کے ذمہ ہے۔ علمائے کرام عصری تعلیمی میدان کے متعلق اپنے قیمتی مشوروں اور تجاویز سے تعلیم کو با مقصد بنانے کے لیے کردار ادا کریں اور عصری تعلیم کے مقاصد کی وضاحت کریں۔ مولانا زین العابدین لکھتے ہیں:

---

[16] قاسمی، نعیم الحق، مولانا، مدارسِ دینیہ، نور محمد، کارخانہ تجارت کتب، کراچی، س1964ء، ص68۔

> "خاص کر عصری تعلیم کے بنیادی مقاصد خدا شناسی، نفس دانی، ناخواندگی کو خواندگی میں تبدیل کرنا اور معاشرتی ضروریات سے آگاہی اور منصوبہ بندی یعنی شعبہ کے لیے کار آمد، ذی استعداد اور باصلاحیت لوگ پیدا کرنا ہے اور ان معاشرتی ضرورتوں کو عصری تعلیم کے ذریعے پورا کرنے کے لئے علماء کا کردار انتہائی اہمیت کا حامل ہے"[17]

جو عصری تعلیمی ادارے، تعلیمی نظام اور تعلیمی نصاب جیسے عظیم مقاصدِ تعلیم سے عاری ہوں، انہیں اپنے قیمتی مشوروں اور نصائح اور سفارشات کے ذریعہ سے بامقصد بنانے کی کوشش کرنا اہلِ علم کی ذمہ داری ہے۔ تاریخ بتاتی ہے کہ علماء امت نے تقریباً 1966ء میں ،حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت علامہ محمد یوسف بنوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان عصری تعلیم کے مقاصد کی بر آوری کے لیے دینی و عصری علوم کے ماہرینِ تعلیم، جن میں تمام مسالک کے اکابر بھی شامل تھے' کی طویل مشاورت سے تعلیمی ونصابی تجاویز مرتب فرمائی تھیں۔

فاصلاتی عصری تعلیم کا نظام اور شعبہ زندگی

فاصلاتی عصری تعلیمی نظام نے تمام شعبہ زندگی میں اہم کردار ادا کیا ہے کیونکہ عصری علوم کا کردار شعبہ زندگی میں بھی ناقابلِ فراموش ہے۔ اگر بغور دیکھا جائے تو زندگی کے ہر شعبہ جات میں آج فاصلاتی عصری تعلیمی نظام کی رنگارنگی نظر آتی ہے۔ قوموں کی قیادت، سیاستِ مدن اور تدبیرِ منزل جیسے اوصاف عصری تعلیم کے بغیر پیدا نہیں ہوسکتے۔ سائنس اور ٹیکنالوجی کے برق رفتار عہد میں عصری تعلیم کے حصول کے بغیر باوقار زندگی گزارنے کا تصور محال سا نظر آتا ہے۔ دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ جب ہمارا نوجوان جدید عصری تعلیم سے بھی آراستہ ہوگا تو وہ دورِ حاضر کے مختلف مسائل اور چیلنجز کا نہ صرف سامنا کرے گا بلکہ اُن کا سختی سے ڈٹ کر مقابلہ بھی کر سکتا ہے۔ فاصلاتی عصری تعلیمی نظام سے روزگار اور آمدنی کے ذرائع بھی مکمل ہوں گے جس سے غربت، افلاس اور تنگ دستی جیسے مسلم معاشرے کے مسائل کا خاتمہ ہونے میں بھی مدد ملے گی۔ ڈاکٹر عظیم سرور لکھتے ہیں:

> "عصری تعلیم وہ زیور ہے جو انسان کا کردار سنوارتی ہے۔ آج ہمارے سماج کو فاصلاتی عصری تعلیمی نظام کے تحت عالمِ باعمل اور مفتیانِ کرام کے ساتھ ساتھ اچھے ڈاکٹرز، انجینئرز، قانون دانوں، فلاسفرز اور سائنس دانوں کی بھی اشد ضرورت ہے اور یہ سب عصری تعلیم کے حصول کے بغیر ناممکن ہے۔ اس دنیا میں ایسے افراد بھی جنم لیتے ہیں جن کے نزدیک تعلیم و تہذیب کوئی معنی نہیں رکھتی۔ وہ حیوانوں کی طرح زندگی بسر کرتے ہیں اور اس فانی دنیا سے رخصت

---

[17] زین العابدین، سجاد، مولانا، برصغیر میں مدارسِ دینیہ کا نظام، س ن، ص46۔

> ہو جاتے ہیں۔ انسان کا دنیا میں برتاؤ کیسا ہونا چاہیے، اس کے لیے لازمی ہے کہ ہمیں علم ہو کہ انسان کیا ہے اور اسکی تخلیق کا کیا مقصد ہے۔"[18]

فاصلاتی عصری تعلیمی نظام اور دورِ حاضر کے تقاضوں سے آگاہی کے بغیر ہم اپنا کاروانِ حیات کامیابی و کامرانی سے آگے نہیں بڑھا سکتے اور اس کا شعور و ادراک دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ عصری تعلیم کے حصول ہی سے ممکن ہو گا۔ ہاں! اس نکتے کو بھی ذہن نشین رکھنا نہایت ضروری ہے کہ عصری تعلیم کے جہاں بہت سے فوائد ہیں وہیں بہت سے نقصانات بھی ہیں۔ جن میں سب سے نمایاں مغربی افکار سے مرعوبیت اور اپنی تہذیب و تمدن کو ترک کر کے مغربی کلچر کو اپنانا ہے۔ لہٰذا آج ہمارے لیے یہ ضروری ہو جاتا ہے کہ عصری تعلیم سے قبل اپنے بچوں کو اس قدَر دینی تعلیم سے مزین کر دیں کہ وہ عصری دانش گاہوں کے مغرب زدہ ماحول میں جا کر وہاں کے رنگ میں نہ رنگ جائیں بلکہ دوسروں کو اپنے رنگ میں ڈھال لیں۔ تب ہی عصری تعلیم کے صحیح معنوں میں فوائد حاصل ہوں گے اور عصری تعلیم سے متعلق منفی رویوں میں تبدیلی آئے گی۔ دورِ حاضر میں مسلمانوں کی عبرت ناک تعلیمی پسماندگی کے تناظر میں عصری تعلیم کے کچھ فوائد ذیل میں درج کیے جاتے ہیں۔

معاشی و اقتصادی فاصلاتی علوم کا نظام:

آج عالمی منظر نامے پر چند ایک اسلامی ممالک کو چھوڑ کر بقیہ ممالک میں بسنے والے مسلمان؛ چاہے وہ اکثریت میں ہوں یا اقلیت میں، معاشی اور اقتصادی لحاظ سے پسماندگی کا شکار ہیں اور غربت، افلاس اور تنگ دستی ہمارے معاشرے کو چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہیں۔ جب ہم ان کے اسباب و علل پر نگاہ ڈالتے ہیں تو اس پسماندگی کا سب سے نمایاں سبب معاشی و اقتصادی فاصلاتی علوم سے دوری ہی سمجھ میں آتا ہے۔ لہٰذا اس اہم مسئلے کے تدارک کے لیے مدارسِ دینیہ کے طلباء کے لئے بھی معاشی و اقتصادی فاصلاتی علوم کا حصول ضروری ہو جاتا ہے۔ رحمن علی لکھتے ہیں:

> "سائنسی و جغرافیائی کھوج کیلئے معاشیات و سیاسیات میں بہتری پیدا کرنے کے لئے از اوّل تا آخر جتنے علوم اسکول و کالجز میں سیکھے و سکھائے جاتے ہیں اور اس کی سندیں اور ڈگریاں دی جاتی ہیں ان سب کے لئے عیسائی و یہودی تہذیب کی یا پھر مغربی تہذیب و ثقافت اور ان کے طرز معاشرت کی چنداں ضرورت نہیں، لیکن آج کل کچھ مغربی تہذیب کے نشے میں دھت لوگ یا مغربی تہذیب کی بلا سوچے سمجھے اتباع کرنے والے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ جب تک ہمارے بچوں کو مغربی تہذیب یعنی عیسائی تہذیب و ماحول سکولز و کالجز میں Admission داخلہ نہیں دلوائیں گے اس وقت تک ہمارا بچہ لائق و فائق نہیں بن سکتا اور طرز معاشرت میں یعنی کھانے پینے، اٹھنے بیٹھنے، سونے جاگنے، شادی بیاہ اور بہت

---

[18] عظیم سرور، ڈاکٹر، علماءِ برصغیر پاک وہند، س ن، ص 72۔

> سارے معاشرتی معاملوں میں مغربی تہذیب کا پاس ولحاظ نہیں رکھے گا، وہ سماج کی نگاہ میں قدامت پسند اور دقیانوسی کہلائے گا اس سوچ کے خاتمے کے لئے ضرورت ہے کہ مدارسِ دینیہ میں عصری تعلیم پر زور دیا جائے۔"[19]

معاشیات اور اقتصادیات کے میدان میں ترقی کے لیے ان معاشی و اقتصادی فاصلاتی علوم پر مبنی مختلف کورسز کیے جاسکتے ہیں۔ دسویں کے بعد کامرس فیکلٹی میں داخلہ لے کر ہمارے نوجوان بی کام، ایم کام، ایم بی اے اور چارٹرڈ اکاؤنٹنٹ جیسی ڈگریاں حاصل کر کے مسلم معاشرے کو معاشی و اقتصادی لحاظ سے تقویت پہنچا کر غربت اور تنگ دستی کے خاتمے کا سبب بن سکتے ہیں۔ اسی طرح انجینئرنگ کے تمام شعبہ جات تجارتی اور اقتصادی اور نقطہ ٔنظر سے اہمیت رکھتے ہیں۔

معاشی و اقتصادی فاصلاتی علوم میں میکانیکل، انسٹرومینٹیشن پروڈکشن، الیکٹریکل اور الیکٹرونکس، کمیونیکیشن انجینئرنگ وغیرہ کے ساتھ ساتھ میڈیکل، پیرامیڈیکل، ایم فارم، بی فارم، ڈی فارم، ایکسرے ٹیکنیشین، آپریشن تھیٹر ٹیکنیشن، سی ٹی اسکین ایکسرے، کمپیوٹر سائنس، انفارمیشن ٹیکنالوجی، ٹیکسٹائل انجینئرنگ، ٹیکسٹائل ٹیکنالوجی، سول سروسز وغیرہ غرض یہ کہ عصری تعلیم سے منسلک ہر قسم کے کورسز کی تکمیل سے مسلم معاشرہ معاشی و اقتصادی پسماندگی سے نکل سکتا ہے۔ دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ معاشی و اقتصادی فاصلاتی علوم کے حصول سے بے روزگار کے در کو سہہ لیں گے اور آمدنی کے ذرائع پیدا ہوں گے۔ ملازمت نہ بھی ملی تو عصری تعلیم یافتہ افراد اپنے ذاتی کاروبار میں بھی کامیابی کے ساتھ استفادہ کرسکتے ہیں۔

سماجی وسیاسی فاصلاتی علوم کا نظام:

پاکستان، جہاں کا رہن سہن، رسم ورواج اور دیگر امور اب تک قدامت پسندانہ طرز کا ہی ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ اب بعض دیہی بستیوں میں لائف اسٹائل تبدیل ہو رہا ہے۔ مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد بھی دیہاتوں میں آباد ہے۔ جہاں اُن کی تعلیم کا مناسب بندوبست نہ ہونے کے سبب وہ طرح طرح کے سماجی مسائل کا شکار ہوتے ہیں۔ کہیں کہیں لیڈی ڈاکٹرز نہ ہونے کے سبب بھی عورتوں کے مخصوص امراض سے متعلق بڑی بڑی پیچیدگیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ مسلم معاشرے کی باغیرت خواتین کا بروقت علاج نہ ہونے کے سبب وہ مشکلات میں مبتلا ہو جاتی ہیں۔ لہٰذا مسلم خواتین اگر میڈیکل کے شعبے میں قدم رکھتی ہیں تو ایک طرح سے مسلم معاشرے میں درپیش بعض سماجی مسائل کا کماحقہ' تدارک ہوسکتا ہے۔ تعلیم یافتہ نوجوان بھی سماجی ترقی کے لیے مفید ثابت ہوتے ہیں۔ معاشرے میں پائے جانے والے طرح طرح کے سماجی مسائل سماجی وسیاسی فاصلاتی علوم اور عدم مساوات، ذات پات، اور رنگ ونسل وغیرہ کے امتیازات تعلیم میں بیداری سے ختم کیے جاسکتے ہیں۔ ڈاکٹر معین احسن لکھتے ہیں:

---

[19] رحمن علی، تذکرہ علمائے ہند، پاکستان سٹاریکل سوسائٹی، کراچی، س ن، ص89۔

> "آج کے اس پر آشوب اور تیز ترین دور میں عصری علوم کی ضرورت بہت اہمیت کی حامل ہے چاہے زمانہ کتنا ہی ترقی کر لے۔ حالانکہ آج کا دور کمپیوٹر کا دور ہے، ایٹمی ترقی کا دور ہے، سائنس اور صنعتی ترقی کا دور ہے مگر مدارسِ دینیہ میں بنیادی عصری تعلیم، ٹیکنیکل تعلیم، انجینئرنگ، وکالت، ڈاکٹری اور مختلف جدید علوم حاصل کرنا آج کے دور کا لازمی تقاضہ ہیں جن کا اہتمام لازمی ہے۔"[20]

اسی طرح سیاست کے میدان میں بھی جہلاء کی بنسبت اگر سماجی و سیاسی فاصلاتی علوم کے تعلیم یافتہ افراد حصہ لیتے ہیں تو وہ مسلم مسائل کو صحیح طریقے سے حکومت کے ایوانوں تک نہ صرف پہنچانے میں معاون ہوں گے بلکہ ان کے حل کی کوشش بھی کریں گے۔ محض دینی تعلیم حاصل کرنے سے سیاسی شعور کی بالیدگی ممکن نظر نہیں آتی، عصری تعلیم میں اگر مختلف زبانوں کا علم حاصل ہو جائے تو سیاسی میدان میں مسلم مسائل کی بہتر نمایندگی انجام دی جا سکتی ہے۔ اقتدار میں شرکت اور مفادات میں حصہ داری جیسے تصور کی نمائندگی تکمیل عصری تعلیم کے بغیر ممکن نظر نہیں آتی۔

سماجی و سیاسی فاصلاتی علوم کے تحت سماجی و سیاسی فوائد کے حصول کے لیے ہم (BSW) بیچلر آف سوشل ورک / ٹیچر / ڈاکٹر، (MSW) ماسٹر آف سوشل ورک / سائیکولوجسٹ، ایونٹ مینجمنٹ، ڈسٹر مینجمنٹ، ہوٹل مینجمنٹ، میڈیکل، پیرامیڈیکل، فائنانس، لاء، جرنلزم، گریجویشن ان پالیٹکس، سوشیالوجی، ادب تاریخ، فلسفہ جیسے کورسز کیے جا سکتے ہیں۔ یو پی ایس سی، ایس ایس سی، آئی اے ایس، آئی آر این اور ملکی و ریاستی سطح کے دیگر مقابلہ جاتی امتحانات سے بھی ہمارے مسلم نوجوان سماجی اور سیاسی فوائد کماحقہٗ حاصل کر سکتے ہیں۔

زرعی و تجارتی فاصلاتی علوم کا نظام:

مسلمانوں کی ایک بڑی آبادی زراعت کے پیشہ سے منسلک ہے۔ کاشت کاری کے پرانے طریقوں پر عمل کرنے سے پیداوار میں اضافہ ممکن نہیں ہوتا۔ آج ایگری کلچر شعبے میں زرعی و تجارتی فاصلاتی علوم کا نظام اور اس کے ذریعے سے اس قدر ترقی ہو چکی ہے کہ زمین کی زرخیزی متاثر ہوئے بغیر پیداوار کی شرح بڑھائی جا رہی ہے۔ مختلف قسم کے اعلیٰ بیجوں اور کھاد کے استعمال سے زرعی میدان میں جو قابلِ لحاظ تبدیلی آئی ہے وہ بھی عصری تعلیم کی بدولت ہی ہے۔ زراعت سے متعلق مختلف کورسز کی تکمیل کرتے ہوئے ہم اپنے کھیتوں کی صحیح طور پر حفاظت بھی کر سکتے ہیں۔ کھیتی باڑی اور اس کے کورسز کے لیے لگنے والے دیگر جدید لوازمات کے استعمال کے طریقے اور زمین کی زرخیزی برقرار رکھتے ہوئے پیداوار میں اضافہ کا تصور عصری تعلیم سے ہی ممکن ہے۔ ڈاکٹر معین احسن لکھتے ہیں:

> "زراعت اور اس کے متعلقہ پیشوں کا مستقبل پاکستان میں زرعی و تجارتی فاصلاتی علوم کا نظام اور اس کے ذریعے سے نہایت روشن ہے۔ پاکستان بنیادی طور پر ایک زرعی ملک ہے۔ ملک کا مجموعی رقبہ 12 کروڑ 85 لاکھ 78 ہزار 3 سو 8 ایکٹر

---

[20] معین احسن، ڈاکٹر، جدید علوم کے فوائد و ثمرات، کریم سنز پبلشرز، کراچی، س 1997ء، ص 54۔

> ہے۔ جس میں سے 7 کروڑ 96 لاکھ 10 ہزار ہیکٹر رقبہ زرعی اراضی اور جنگلات پر مشتمل ہے۔ جنگلات کا رقبہ 28 لاکھ 90 ہزار ہیکٹر ہے۔ 5 کروڑ ۴۹ لاکھ 60 ہزار ہیکٹر زرعی اراضی وہ ہے جس پر اس وقت کاشت ہو سکتی ہے لیکن اس میں سے صرف 4 کروڑ ایک لاکھ ہیکٹر رقبے پر کاشت ہو رہی ہے۔ 3 کروڑ 48 لاکھ 60 ہزار ہیکٹر سے زائد زرعی اراضی ایسی ہے جسے زرعی مقاصد کے لیے استعمال کیا جا سکتا ہے۔ اس جائزے سے اندازہ ہوتا ہے کہ پاکستان میں زراعت کا مستقبل امکانات سے کس حد تک بھرپور ہے۔"[21]

مزید لکھتے ہیں:

> "1980ء کی زراعت شماری کے مطابق اس وقت ملک میں 42 لاکھ 60 ہزار سے زائد خاندان، جن کی کل افرادی قوت 2 کروڑ 97 لاکھ 50 ہزار سے زائد تھی، 2 کروڑ 6 لاکھ 30 ہزار ہیکٹر رقبے پر کاشت کی سرگرمیوں میں مصروف تھے۔ اس عرصے میں ایک کروڑ 27 لاکھ 60 ہزار افراد پر مشتمل 19 لاکھ 60 ہزار خاندان مویشیوں کی افزائش کا کام کر رہے تھے۔ یہ افرادی قوت ملک کی مجموعی آبادی کا 70 فی صد ہے۔ براہ راست اور بالواسطہ طور پر ملک کی 80 فیصد سے زائد آبادی زرعی سرگرمیوں اور زرعی و تجارتی فاصلاتی علوم کا نظام اور اس کے ذریعے سے روزی کماتے ہے۔"[22]

علاوہ ازیں کھیتوں میں تیار شدہ فصلوں، اناج اور دیگر پیداواروں کو بازار میں مناسب اور صحیح طریقے سے تجارت کے جدید اصولوں کو مد نظر رکھ کر ہم اُسی وقت فروخت کر سکتے ہیں جب ہم جدید تجارتی تعلیم سے آراستہ ہوں گے۔ لہٰذا زرعی و تجارتی فاصلاتی علوم کا نظام اور اس کے ذریعے سے زرعی اور تجارتی ترقی کے لیے بھی عصری تعلیم بے حد ضروری ہے۔ اس سے ہماری پیداوار میں بھی اضافہ ہو گا اور نفع و نقصان کا شعور بھی بیدار ہو گا۔ اس طرح عصری تعلیم سے ہمارے معاشرے کو زرعی و تجارتی فوائد ملیں گے۔ اس کے لیے ڈیری صنعت سے متعلق کورسز ڈیری ڈپلومہ / ڈگری، ایگری کلچر ڈپلومہ / ڈگری، شوگر ٹیکنالوجی، کنفیکشنری (کیک، پیسٹری، بیکری) ڈپلومہ / ڈگری، نینو ٹیکنالوجی، ٹرانسپلانٹیشن (حیوانات و نباتات)، میڈیکل ٹرانسکرپشن (حیوانات و نباتات) اور اسی نوعیت کے دیگر پیشہ وارانہ کورسز کے ذریعے ہم خود اپنی چھوٹی موٹی کمپنی یا فیکٹری کم بجٹ میں جاری کر سکتے ہیں۔ یہ کورسز زراعت سے منسلک ہونے کے ساتھ ساتھ تجارتی نقطۂ نظر سے بھی اہم ہیں۔ ان کی مدد سے ہم معاشی و اقتصادی ترقی بھی حاصل کر سکتے ہیں۔

---

[21] معین احسن، ڈاکٹر، جدید علوم کے فوائد و ثمرات، س ن، ص 59۔

[22] ایضاً۔

ادبی و لسانی فاصلاتی علوم کا نظام:

ہر قوم کی اپنی زبان اور اپنا ادب ہوتا ہے۔ جو اُس کا تشخص اور شناخت کہلاتا ہے۔ برصغیر پاک وہند میں بسنے والے مسلمانوں کی زبان و ادب اردو، پنجابی، بنگالی، پشتو، سندھی وغیرہ پر مشتمل ہے۔ لیکن ان زبانوں میں سب سے نمایاں اردو زبان و ادب ہی ہے۔ گو کہ اب انگریزی ذریعۂ تعلیم میں کثرت کے ساتھ لوگ اپنے بچوں کو داخل کرانے میں فخر محسوس کرتے ہیں۔ لیکن ماہرینِ تعلیم کا اس امر پر اتفاق ہے کہ بچوں کی ہمہ جہت ترقی اور نشو و نما کے لیے اُن کی ابتدائی تعلیم ادبی و لسانی فاصلاتی علوم کے نظام کے ذریعے سے مادری زبان ہی میں کرنا بہتر ہے۔ یہ بھی ایک سچائی ہے کہ اردو زبان و ادب آج مدارسِ اسلامیہ کے سبب برصغیر میں زندہ و سلامت ہے۔ ڈاکٹر معین احسن لکھتے ہیں:

> "تعلیم ادبی ہو یا ثقافتی تہذیبی ہو یا سماجی یہ دعوتِ عمل بھی دیتی ہے۔ دعوتِ عمل زندگی کے میدان میں ہر شخص کے لیے مختلف ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر ایک شخص جو سائنسدان یا انجینئر بننا چاہتا ہے، وہ اخبارات کے ذریعے اور ادبی و لسانی فاصلاتی علوم کے نظام کے ذریعے سے یہ جاننے میں کامیاب ہوتا ہے کہ دنیا میں کون کونسے سائنسدان کیا کیا کارنامے سر انجام دے رہے ہیں، کونسی اہم ایجادات ہو رہی ہیں اور اسے ان سائنسدانوں کی نسبت کس حد تک آگے بڑھنا ہے۔ اسی طرح ایک کاروباری شخص یہ جاننے میں کامیاب ہوتا ہے کہ اسٹاک مارکیٹ میں حصص کی قیمت کس حد تک بڑھ یا کم ہو رہی ہے۔ ایک طالبعلم جان پاتا ہے کہ کس کالج یا اسکول میں داخلے جاری ہیں۔ اسی طرح نوکری کی تلاش کا سلسلہ ہو یا مکان کی خرید و فروخت، ہر جگہ علم و ادب کی رہنمائی زندگی میں شامل ہے"[23]

ادبی و لسانی فاصلاتی علوم کے نظام کے ذریعے سے عصری تعلیم اور عصری تعلیم کے حصول سے ہمارے اندر اپنی زبان اور اپنے ادب سے محبت کا جذبہ بیدار ہوگا، اور اس کے تحفظ و بقا کا احساس پروان چڑھے گا۔ آج آرٹ فیکلٹی کو بد قسمتی سے کچھ لوگ کج نگاہی سے دیکھتے ہیں جب کہ سچائی تو یہ ہے کہ آرٹ فیکلٹی سے تعلق رکھنے والے طلبہ سماج اور معاشرے کے لیے بے حد فائدے مند ثابت ہوتے ہیں۔

اچھا ادب صالح معاشرے کی تشکیل کا سبب بنتا ہے اور اچھے ادب کی تخلیق بھی ادبی و لسانی فاصلاتی علوم کے نظام کے ذریعے سے کے حصول کے بغیر ممکن نہیں۔ مادری زبان کے علاوہ اگر ہم دیگر زبانوں سے واقف ہیں اور ان کا لٹریچر بھی ہماری نگاہوں کے سامنے ہے تو ہم اُن کی اچھائیوں کو اپنے ادب میں ڈھال کر ایک نیا رنگ و آہنگ پیدا کر سکتے ہیں۔

دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ ادبی و لسانی فاصلاتی علوم کے نظام کے ذریعے سے تحصیل ہمیں اپنے ادب اور مادری زبان کے استحکام کے لیے مفید ثابت ہوگی۔ اس ضمن میں زبان و ادب کی ترقی کے لیے مختلف تحقیقی کام کیے جاسکتے ہیں، جن کی تکمیل سے معاشی و اقتصادی بد حالی پر بھی کنٹرول کیا جاسکتا ہے۔

---

[23] معین احسن، ڈاکٹر، جدید علوم کے فوائد و ثمرات، س ن، ص 63۔

تہذیبی و ثقافتی فاصلاتی علوم کا نظام:

آج پوری دنیا میں تہذیب و ثقافت کی ایک سرد اور غیر محسوس جنگ جاری ہے۔ مغربی تہذیب کی یلغار نے انسانوں کو بے حیائی، بے راہ روی، نفس پرستی، ہوس رانی، رشوت ستانی اور روحانی کرب و بے چینی میں مبتلا کر کے رکھ دیا۔ آج ہر قوم کے سامنے اُس کے اپنے تشخص کے تحفظ و بقا کا مسئلہ درپیش ہے۔ ان کی تہذیب، اُن کی ثقافت نظر مغرب ہوتی جا رہی ہے۔ ایسے ماحول میں دینی و اخلاقی تعلیم کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ اگر ہم تہذیبی و ثقافتی فاصلاتی علوم کے نظام کے ذریعے سے کے میدان میں بھی کامیاب ہوتے ہیں تو اچھائی اور برائی کی تمیز کا جذبہ پروان چڑھے گا۔ جس کے سبب ہم دیگر اقوام کے سامنے اُن کی مادی تہذیب کی خامیوں اور اپنی روحانی تہذیب کی اچھائیوں کو پیش کر کے مذہب کی تبلیغ کا ایک غیر محسوس کارنامہ انجام دے سکتے ہیں۔ لہٰذا عصری تعلیم میں تہذیبی و ثقافتی فاصلاتی علوم کے نظام کے حصول سے تہذیبی و ثقافتی فوائد بھی حاصل کیے جا سکتے ہیں۔ ڈاکٹر منیر احمد لکھتے ہیں:

> "انسانی تمدن و ثقافت کی تعلیم صحت مند ارتقا اور معاشرہ کی ترقی و استحکام کا کا سبب بنتی ہے کہ معاشرہ میں پرورش پانے والے بنی نوع انسان اپنے مشاہدات، تجربات، عقائد، اقدار، ادراک اور معلومات کو نسل آئندہ کے سپرد کر کے جائے۔ معلومات کا نسل در نسل انتقال ہی دراصل تعلیم ہے۔ تعلیم ایک ایسی قوت ہے جو انسان کی طبعی میلان، صلاحیتوں، جوہر اور تخلیقی قوتوں کی عکاس ہوتی ہے۔ معاشرتی ارتقا و ترقی اور عمرانی نظریات تہذیبی و ثقافتی فاصلاتی علوم کے نظام سے ہی کسی ملک کے تعلیمی معیارات، احیا اور نشو و نما کا اندازہ لگایا جاتا ہے۔ اس لئے کہ تعلیم معاشرہ کی سمت اور نصب العین متعین کرتی ہے۔"[24]

قومی و ملّی فاصلاتی علوم کا نظام:

عصری تعلیم میں قومی و ملّی فاصلاتی علوم کے نظام کی قومی و ملّی ضرورت و اہمیت بھی بڑی روز روشن کی طرح ظاہر ہے۔ نوجوان، قوم و ملت کے لیے ایک عظیم سرمایہ ہوتے ہیں۔ اگر نوجوان غیر تعلیم یافتہ ہوں گے یا محض دینی تعلیم ہی کے شرَف سے مشرف ہوں گے تو وقت کے جدید تقاضوں سے ناآشنائی کے سبب دورِ حاضر کے مختلف چیلنجز کا مقابلہ کس طرح کریں گے۔ لہٰذا قوم و ملت کی ہمہ گیر ترقی کے لیے عصری تعلیم کا حصول بے حد ضروری ہے جس کے لئے قومی و ملّی فاصلاتی علوم کے نظام کامیاب نظام ہے۔ عصری تعلیم سے آراستہ نوجوان ملک و ملت کے لیے ہر اعتبار سے فائدے مند ثابت ہوتے ہیں۔ وہ ملک کے تحفظ و استحکام اور سالمیت کے لیے عملی طور پر سرگرم ہوں گے اور ملک دشمن عناصر سے ملک کو پاک کرنے کی حتی المقدور سعی بھی کریں گے۔ اس طرح عصری تعلیم قومی و ملّی فاصلاتی علوم کے نظام کے تحت نفع بخش حصول سے قومی و ملی فوائد میسر آئیں گے۔ ڈاکٹر منیر احمد لکھتے ہیں:

---

[24] منیر احمد، ڈاکٹر، سائنسی علوم میں مسلمانوں کی خدمات، ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور 1973ء، ص89۔

> "قیام پاکستان کا مقصد برصغیر کے مسلمانوں کے عقائد، تہذیبی و ثقافتی اقدار اور قومی اور ملی سطح کا تحفظ تھا جبکہ قائد اعظم کا خواب قومی سطح پر تعلیم کا تھا، خاص طور پر نئی نسل زبانِ غیر کے جبر سے آزاد ہو کر علم و حکمت کے شعبے میں اسی طرح ترقی کی منازل طے کر سکے جس طرح چین، جاپان اور ترکی سمیت دنیا کے بہت سے ملکوں نے قومی زبان میں تعلیم کو فروغ دے کر اپنی قوموں کے لیے ترقی کے دروازے کھول دیے تھے۔"[25]

تعلیم کا حصول چاہے وہ دینی ہو یا عصری قومی و ملیّ فاصلاتی علوم کا نظام ہو ہر لحاظ سے ہمہ گیر ترقی و بقا کے لیے بے حد ضروری ہے۔ قرآن میں رب تبارک و تعالیٰ نے علم اور تعلیم کی اہمیت کا بار بار ذکر فرمایا۔ پیغمبر اسلام معلم کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی بہ کثرت احادیث بھی تعلیم و تعلم کی ضرورت، اہمیت اور فوائد کو اجاگر کرتی ہیں۔ تعلیم کے دونوں جز دینی و عصری تعلیم اگر ساتھ ساتھ چلتے رہیں تو ملک و قوم کو ایک ہمہ گیر و ہمہ فکر اچھے شہری میسر آئیں گے جو ہر لحاظ سے ملک و قوم کے تحفظ و استحکام کا سبب بنیں گے۔ لہٰذا ضروری ہو جاتا ہے کہ ہم دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ عصری تعلیم کے حصول کی طرف بھی توجہ مرکوز رکھیں۔ عصری تعلیم کوئی شجرِ ممنوعہ نہیں کہ اس سے مکمل طور پر اعراض و روگردانی کی جائے۔ ماضی میں مسلمانوں کی ترقی کا راز یہی تھا کہ وہ اپنے دور کے تقاضوں کو سمجھ کر اُس عہد میں رائج عصری علوم کو بھی سیکھا کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ ہر میدان میں کامیاب و کامران تھے۔ دورِ حاضر میں ہماری تعلیمی کیفیت بڑی تشویش ناک اور عبرت ناک ہے۔ ہم عصری تعلیم میں تو پیچھے ہیں ہی، ساتھ میں دینی تعلیم میں بھی ہماری کارکردگی اطمینان بخش نہیں ہے۔

خلاصۂ تحقیق

زیرِ نظر تحقیق میں تعلیمی اداروں کے فاصلاتی نظامِ تعلیم کے ہمہ جہتی اثرات کا گہرائی کے ساتھ جائزہ لیا گیا ہے۔ موجودہ صدی میں تیز رفتار تکنیکی ترقی، ڈیجیٹل ذرائع کی فراہمی اور عالمی تعلیمی رجحانات کے باعث فاصلاتی تعلیم ایک ناگزیر تعلیمی ضرورت بن چکی ہے۔ اس تحقیق کا مقصد یہ جانچنا ہے کہ فاصلاتی نظامِ تعلیم نے تعلیمی اداروں کے انتظامی ڈھانچے، نصابی ترتیب، تدریسی اسالیب، اساتذہ اور طلبہ کے باہمی تعلق، اور مجموعی تعلیمی معیار پر کس نوعیت کے اثرات مرتب کیے ہیں۔ تحقیق کے نتائج سے معلوم ہوتا ہے کہ فاصلاتی نظامِ تعلیم نے تعلیمی مواقع کو وسعت دی اور تعلیم کو وقت، مقام اور عمر کی قید سے آزاد کیا۔ اس نظام کے ذریعے ایسے افراد بھی اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے قابل ہوئے جو معاشی دباؤ، گھریلو ذمہ داریوں، ملازمت یا جغرافیائی دوری کے باعث روایتی تعلیمی اداروں میں تعلیم حاصل نہیں کر سکتے تھے۔ یوں تعلیمی شمولیت، مساوات اور lifelong learning کے تصورات کو فروغ ملا۔

مزید برآں، فاصلاتی نظام نے تدریسی طریقہ کار میں نمایاں تبدیلیاں پیدا کیں۔ آن لائن لیکچرز، ڈیجیٹل مواد، ورچوئل کلاس رومز اور خود سیکھنے کے ماڈیولز نے طلبہ میں خود انحصاری، تحقیقی سوچ اور تنقیدی فہم کو تقویت دی۔ اساتذہ کے کردار میں بھی تبدیلی آئی،

---

[25] منیر احمد، ڈاکٹر، سائنسی علوم میں مسلمانوں کی خدمات، س ن، ص 98۔

جہاں وہ محض معلومات فراہم کرنے والے کے بجائے رہنمائی اور سہولت کاری کا کردار ادا کرنے لگے۔ فاصلاتی نظامِ تعلیم نے اُن طبقات کے لیے تعلیمی مواقع پیدا کیے جو جغرافیائی دوری، معاشی مسائل یا سماجی رکاوٹوں کی بنا پر روایتی تعلیمی نظام تک رسائی حاصل نہیں کر سکتے تھے۔ اس نظام کے ذریعے تعلیمی شمولیت میں اضافہ ہوا اور تعلیم ایک مخصوص طبقے تک محدود نہیں رہی۔ مزید برآں، ڈیجیٹل ٹیکنالوجی اور آن لائن ذرائع کے استعمال نے تدریسی عمل کو جدید خطوط پر استوار کیا اور طلبہ میں خود سیکھنے کی صلاحیت، تحقیق کا رجحان اور وقت کے مؤثر استعمال کو فروغ دیا۔

تاہم تحقیق اس امر کی نشاندہی بھی کرتی ہے کہ فاصلاتی نظامِ تعلیم کو متعدد مسائل اور چیلنجز کا سامنا ہے، جن میں براہِ راست تدریسی رابطے کی کمی، عملی مضامین کی تدریس میں مشکلات، طلبہ کی نگرانی اور جانچ کے مسائل، اور تکنیکی سہولیات تک محدود رسائی شامل ہیں۔ خاص طور پر ترقی پذیر معاشروں میں ڈیجیٹل تقسیم (Digital Divide) فاصلاتی تعلیم کی مؤثریت میں رکاوٹ بنتی ہے۔

تحقیق اس نتیجے پر پہنچتی ہے کہ فاصلاتی نظامِ تعلیم اگرچہ مکمل طور پر روایتی نظام کا متبادل نہیں، تاہم یہ ایک مضبوط معاون اور تکمیلی نظام کے طور پر تعلیمی اداروں کی ترقی میں کلیدی کردار ادا کر سکتا ہے۔ مناسب پالیسی سازی، معیاری نصاب، تربیت یافتہ اساتذہ، مؤثر تشخیصی نظام اور جدید تکنیکی سہولیات کے ذریعے فاصلاتی تعلیم کو ایک پائیدار، مؤثر اور مستقبل دوست تعلیمی ماڈل بنایا جا سکتا ہے۔

مصادر و مراجع

القران الکریم، کلام اللہ تعالیٰ

انجیلِ مقدس، کلام اللہ تعالیٰ

ابن ماجۃ، ابو عبد اللہ محمد بن یزید القزوینی، سنن ابن ماجہ، دار احیاء الکتب، العربیۃ

بزار، ابو بکر احمد بن عمرو، مسند البزار،، دار احیاء الکتب، العربیۃ

بلخی، محمد اسحاق، برصغیر میں مدارس کا کردار، ادارہ ثقافت اسلامیہ، س1994ء

رحمن علی، تذکرہ علمائے ہند، پاکستان سٹاریکل سوسائٹی، کراچی، س ن

زین العابدین، سجاد، مولانا، برصغیر میں مدارسِ دینیہ کا نظام، س ن

شاہ، محمد جعفر، دینی مدارس کی علمی خدمات، مکتبہ حمیدیہ صدر بازار، راولپنڈی، س ن

شبلی، نعمانی، مولانا، مقالاتِ، جنرل بائنڈنگ کارپوریشن پریش لاہور، س ن

صدیقی محمود خالد، ڈاکٹر، دینی مدارس کا نظامِ تعلیم، س ن

صدیقی محمود خالد، ڈاکٹر، دینی مدارس کا نظامِ تعلیم، اقبال اکیڈمی پاکستان، س ن، 1989ء

صدیقی محمود خالد، ڈاکٹر، دینی مدارس کا نظامِ تعلیم، س ن

عظیم سرور، ڈاکٹر، علماءِ برصغیر پاک وہند، س ن

قاسمی، نعیم الحق، مولانا، مدارسِ دینیہ، نور محمد، کارخانہ تجارت کتب، کراچی، س1964ء

معین احسن، ڈاکٹر، جدید علوم کے فوائد و ثمرات، کریم سنز پبلشرز، کراچی، س1997ء

منیر احمد، ڈاکٹر، سائنسی علوم میں مسلمانوں کی خدمات، ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور 1973ء

ناصر حسین، ڈاکٹر، اقبالیات، مجلس ترقی ادب، لاہور، س1976ء

ہمدانی، کبیر علی، ڈاکٹر، مسلمانوں کی علمی خدمات، دارالمصنفین، حیدرآباد، س1972ء